ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

اسلامی معاشرے میں وقف کا معاشی کردار

The economic role of Waqf in Muslim Society

***Muhammad Umar**
P.hD Islamic Scholar, Institute of Islamic Studies,
Punjab University, Lahore.
umar.jduk@gmail.com
**** Dr. Usman Ahmed**
Assistant Professor, Institute of Islmaic Studies,
Punjab University, Lahore.
usmanahmad.is@pu.edu.pk

Abstract:
Waqf has very important social and economic role in Islamic history. From the reign of the Holy Prophet and the era of the Companions until the Ottoman Caliphate, the solution of the problems of different sections of the Islamic society, informing the needy and poor sections and at the same time. Providing them with economic stability, taking various developmental measures for the welfare of the common people has become possible thanks to the best management of the Muslim Ummah. At present, the Muslim Ummah is actively involved in the efforts of revitalizing the Shari'ah in the economic field. Scholars, muftis and Islamic scholars are working day and night to change the prevailing capitalist system and other prevailing methods of financing in Islamic societies through interest, gambling and other methods. Prohibitions should be cleansed from shariyya, so that Islamic societies can gradually come towards pure Islamic economic system. In this regard, scholars and Islamic scholars have presented the prevention of prohibited and illegal commercial and economic activities as well as its alternatives in terms of each sector. For example, the requirements of banks to get rid of conventional banks from interest. According to the situation, different types of sale have been introduced, Murabaha, Salam, Ijarah, etc. Similarly, Takaful system has been introduced as an alternative to the insurance .system which contained prohibitions like usury, gambling and gharar in its various models

Keywords: Waqf, Social and economic Role, Society Welfare, Interest, Gambling and other methods, conventional banks, Shariya, Murabaha, Ijara, Insurance.

وقف کا اسلامی تاریخ میں انتہائی اہم سماجی، معاشرتی اور معاشی کردار رہا ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد صحابہؓ سے لے کر خلافت عثمانیہ تک اسلامی معاشرے کے مختلف طبقات کے مسائل کے حل، نادار اور مسکین طبقات کی خبر گیری اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کو معاشی استحکام فراہم کرنا، عامۃ الناس کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف النوع ترقیاتی اقدامات کرنا مسلم امہ کے بہترین انتظام اوقاف کے بدولت ممکن ہوئے ہیں۔

عصر حاضر میں امت مسلمہ معاشی واقتصادی میدان میں احیائے شریعت کی کوششوں میں سر گرم عمل ہے۔علماء ومفتیان کرام اور اسلامی اسکالرز شب و روز کی محنتوں سے کوشش کررہے ہیں کہ اسلامی معاشروں میں رائج سرمایہ دارانہ نظام اور دیگر مروجہ طرقہائے تمویل کو سود، جوے اور دیگر ممنوعات سرعیہ سے پاک کیا جائے۔تاکہ اسلامی معاشرے درجہ بدرجہ خالص اسلامی معاشی نظام کی طرف آسکیں۔اس سلسلہ میں علمائے کرام اور اسلامی اسکالرز نے ممنوع اور ناجائز تجارتی ومعاشی سر گرمیوں کی روک تھام کے ساتھ ساتھ ہر ہر شعبے کے اعتبار سے اس کے متبادل کو بھی پیش کیا ہے۔مثلا کنونشل بینکوں کو سود سے چھٹکارا دلانے کے لیے بینکوں کی ضروریات وحالات کے مطابق بیوع کی مختلف صورتیں مرابحہ، سلم، اجارہ وغیرہ متعارف کروائی ہیں۔اسی طرح انشورنس کا نظام جوکہ سود، جوے اور غرر جیسے ممنوعات پر مشتمل تھا اس کے متبادل کے طور پر تکافل کا نظام متعارف کروایا گیا ہے اس کے مختلف ماڈلز میں ایک اہم ماڈل "وقف ماڈل" ہے۔مزید یہ کہ فلاحی اداروں، ٹرسٹ اور ہسپتالوں کے نظام زکوۃ وصدقات کو شریعت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے تاریخ اسلام میں رائج نظام وقف کا جدید تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے احیاء کیا جارہا ہے۔

عصر حاضر میں کی جانے والی ان مختلف النوع کوششوں میں دیگر سوالات کے ساتھ ساتھ نظام وانتظام وقف سے متعلقہ ایک سوال یہ سامنے آیا ہے کہ وقف حقیقت میں ایک خیراتی ادارہ ہے یا مالیاتی؟ خصوصا تکافل میں شرکت کرنے والے ممبرز کے لیے جو وقف پول قائم کیا گیا ہے اس سے نقصانات کی تلافی کے ساتھ ساتھ ان رقوم کی سرمایہ کاری کرنا اور معاشی سر گرمیاں سرانجام دینا کیا مقاصد وقف کے مطابق ہے؟

اسلام نے نظام وقف کے جو مقاصد متعارف کروائے اور خیر القرون اور امت مسلمہ کے بعد کے دیگر بہتر ادوار مثلا خلافت عثمانیہ میں وقف کو سماجی، معاشرتی ومعاشی ترقی کے لیے کیا اس انداز میں استعمال کیا گیا؟

وقف کی اس نوعیت کے معاشی پہلوؤں اور اقتصادی جہات کا قرآن وسنت، اقوال فقہاء، تاریخ ملت اسلامیہ کی روشنی میں اس مقالہ میں ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

قرآن وسنت میں وقف کی جہات:

وقف کے لغوی معنٰی ٹھہرنے، روکنے کے آتے ہیں۔[1]

اور اصطلاحا کسی شے کی اصل ذات کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کے منافع وثمرات کو لوگوں کے نفع میں خرچ کرنا یا فی سبیل اللہ خرچ کرنا وقف کہلاتا ہے۔[2]

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وقف کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی پر مشتمل خیری ورفاہی امور ہیں صحیح بخاری میں سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔کہ جب آیت کریمہ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ"نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ انصاری نے اپنا باغ اللہ کے راستے میں وقف کرنے کا ارادہ کیا۔[3]

صحیح بخاری ہی کی "کتاب الوصایا" میں مذکورہ اس واقعے کی مزید تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے اس خلوص وجذبے اور صدقے پر بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو، چنانچہ انہوں نے اپنے چچازاد بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں خاص طور پر حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعبؓ میں بانٹ دیا۔[4]

صحیح بخاری میں امام بخاری نے کتاب التفسیر میں روایت نقل فرمائی ہے، اس میں آنحضرت ﷺ کی خوشی کا اظہار یوں ذکر فرمایا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَخٍ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ،وفی روایة ذَلِكَ مَالٌ رَائحٌ"[5]

---

[1] ابن منظور، محمد بن مکرم افریقی، لسان العرب، بیروت، داراحیاءالتراث العربی، ۱۹۹۶ء، ۱۵/۳۷۳۔

الازہری، ابو منصور محمد بن احمد، معجم اللغۃ، بیروت، دار المعرفہ، ۲۰۰۱ء، ۴/۳۹۲۷۔

[2] ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن قدامہ المقدسی، المغنی مع الشرح الکبیر، بیروت، دار الکتاب العلمیہ، ۲۰۰۹ء، ۷/۲۲۵۔

[3] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الاقارب

[4] صحیح البخاری، باب اذا وقف اواوصی لاقاربہ۔

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مال بہت نفع دینے والا ہے، یہ مال بہت نفع دینے والا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا یہ مال بہت راحت دینے والا ہے۔

سیدنا عمر بن خطابؓ نے جناب سرکار دوعالم ﷺ کے مشورے سے اراضی خیبر کا وقف فرمایا جسے ایک اعتبار سے اسلام کا سب سے پہلے وقف کا اعزاز بھی حاصل ہے، اور صحیح بخاری کے متعدد مقامات پر یہ واقعہ مذکور ہے۔ کتاب الوصایا میں امام بخاری نے یہ روایت ذکر کی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنْ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُ بِهِ؟ قَالَ: «إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا» قَالَ: فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ، أَنَّهُ لاَ يُبَاعُ وَلاَ يُوهَبُ وَلاَ يُورَثُ، وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الفُقَرَاءِ۔[6]

ذکر کردہ حدیث مبارکہ سے وقف کے فضائل کا اور اس کے رفاہی پہلو کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان احادیث اور دیگر روایات کا دلچسپ پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ احادیث و روایات کے الفاظ میں اتنی جامعیت ہے کہ وہ وقف کی معاشی جہت کی نفی نہیں کرتے اور سیدنا عمرؓ سے مروی جناب رسالت مآب ﷺ کے یہ الفاظ: "تحبیس الاصل وتسبیل الثمرہ" (اصل کو برقرار رکھتے ہوئے منافع کو عام کرنا) اس پوری بحث کی بنیاد ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ حضرات حنابلہ نے وقف کی تعریف بھی یہی کی ہے۔[7] اور اقرب الی الحدیث ہونے کے سبب اس تعریف کو جامع و کامل ترین تعریف کہا گیا ہے۔[8]

ان الفاظ میں جب اصل کو برقرار رکھتے ہوئے منافع کو خرچ کرنے کا ذکر ہے، پھر بخاری ہی کی ابو طلحہؓ کی روایت میں ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ سے اس مال کے دنیوی واخروی فوائد کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے یہ بات قرین قیاس ہے کہ وقف کی ہر وہ صورت جس میں اصل برقرار رہے اور منافع کو عام کیا جائے انہیں خرچ کیا جائے چاہے کلی طور پر جیسا کہ عموماً خیراتی اوقاف میں ہوتا ہے، اس سے تجارتی و معاشی سرگرمیاں جاری رکھی جائیں اور حاصل شدہ منافع کو خرچ کیا جائے درست سمجھی جائے گی، بلکہ ایک اعتبار سے یہ معاشی سرگرمی وقف کی ترقی و استحکام میں اور ان مقاصد یعنی منافع کو عام کرنے میں ممد و معاون ہوگی۔ بشرطیکہ ان تمام تجارتی و معاشی سرگرمیوں کو اس انداز میں رکھا جائے جس سے وقف کی بنیاد "تحبیس الاصل" متاثر نہ ہو۔ اور شاید انہی الفاظ کی جامعیت کے سبب بعد میں فقہاء کرام نے وقف کی مختلف اقسام وانواع ذکر فرمائی ہیں، مثلاً وقف خیری، وقف اہلی، دقف مشترک وغیرہ۔[9]

عہد صحابہ میں وقف کا معاشی پہلو:

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ عہد رسالت میں وقف یا اس کے منافع سے معاشی سرگرمیوں اور تجارت و صنعت کی صراحت کا ذکر اگرچہ نہیں ملتا مگر احادیث مبارکہ کے الفاظ کی جامعیت وقف اسلامی کے اس وسیع پہلو کی نفی بھی نہیں کرتی اور یہی نوعیت ہمیں خلفائے راشدین کے عہد میں نظر آتی ہے جس سے وقف کی معاشی سرگرمیوں کے جواز کی بنیاد پتہ چلتی ہے۔

امام دار الھجرہ امام مالک اپنی کتاب "المؤطا" میں ذکر فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق نے بیت المال کا ایک شعبہ قرض حسنہ کے لیے مختص کر رکھا تھا جس کا طریقہ کار یہ تھا کہ اگر کوئی شخص غیر پیداواری ضروریات کے لیے قرض لیتا تھا تو وہ محض قرض کو یعنی اصل زر کو واپس کرنے کا ذمہ دار ہوتا تھا اور اگر وہ اس رقم سے تجارت کرتا تھا تو سیدنا عمر فاروق اس سے منافع کا نصف اور اصل رقم دونوں وصول فرماتے تھے اور نقصان کی صورت میں وہ صرف اصل کا ضامن ہوتا تھا۔ جس کی فقہی تکییف یہ

---

5 صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ لن تنالوا البر

6 صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الشروط فی الوقف۔

7 ابن قدامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن قدامہ المقدسی، المغنی مع الشرح الکبیر، بیروت دار الکتاب، ۲۲۵/۷۔

8 اعظمی، خلیل اعظمی، اسلام کا نظام اوقاف،

9 المعاییر الشرعیہ، المعیار الشرعی، الوقف، ۶۰۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

بنتی ہے کہ تجارت کے لیے لی گئی رقم کی حیثیت اصل میں مضاربت کی تھی جس میں بیت المال کا متعلقہ شعبہ بطور رب المال کے تھا اور رقم یعنی قرض لینے والے افراد بطور مضارب کے تجارتی اور معاشی سر گرمیاں سرانجام دیتے تھے۔[10]

بیت المال کے بارے میں مذکورہ پالیسی کا سبب غالبا وہ واقعہ ہو سکتا ہے جو کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاطار میں علامہ بیہقیؒ نے السنن الکبری میں اور امام مالک رحمہ اللہ نے المؤطا میں ذکر فرمایا ہے:

خرج عبد الله وعبيد الله ابنا عمر بن الخطاب في جيش إلى العراق فلما قفلا ، مرا على أبي موسى الاشعرى وهو أمير البصرة، فرحب بهما وسهل ثم قال لو أقدر لكما على أمر أنفعكما به، ثم قال: بلى ها هنا مال من مال الله أريد أن أبعث به إلى امير المؤمنين فأسلفكاه، فتبتاعان به متاعاً من متاع العراق ثم تبيعانه بالمدينة فتؤديان رأس المال إلى أمير المؤمنين ويكون لكما الربح فقالا وددنا. ففعل فكتب إلى عمر بن الخطاب أن يأخذ منهما المال، فلما قدما باعا فاربحا، فلما دفعا ذلك إلى عمر قال: أكل الجيش أسلفه مثل ما أسلفكما ؟ قال : لا ، فقال عمر: ابنا أمير المؤمنين فأسلفكما، اديا المال وربحه، فأما عبد الله فسكت وأما عبيد الله فقال ما ينبغى لك يا أمير المؤمنين هذا لو نقص المال أو هلك لضمناه، فقال عمر : ادياه فسكت عبد الله وراجعه عبيد الله فقال رجل من جلساء عمر : يا أمير المؤمنين لو جلعته قراضا فقال عمر : قد جعلته قراضا، فأخذ عمر رأس المال ونصف ربحه وأخذ عبدالله و عبد الله ابنا عمر بن الخطاب نصف ربح المال.[11]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے حضرت عبداللہ اور حضرت عبید اللہ عراق کی طرف لشکر میں گئے واپسی پر انھوں نے حضرت ابو موسی اشعری، جو کہ اس وقت بصرہ کے امیر تھے، سے ملاقات کی، انہوں نے ان دونوں کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ اگر میں ایسا کام کر سکتا جس سے آپ کو نفع پہنچ سکتا تو کرتا پھر فرمایا ہاں یہاں اللہ تعالی کے مال میں سے کچھ مال ہے یعنی بیت المال سے کچھ حصہ ہے جسے میں نے امیر المومنین کو پہنچانا ہے وہ مال میں اپ کو قرض دیتا ہوں آپ اس سے عراق میں سامان خریدیں پھر اسے مدینہ منورہ میں بیچ کر امیر المومنین کو اصل مال ادا کر دیں اور نفع آپ دونوں کے درمیان ہو جائے گا دونوں نے فرمایا کہ ہم یہ چاہتے ہیں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان سے مال لے لیں جب یہ دونوں حضرات مدینہ آئے اور سامان بیچا جس سے نفع ہوا انہوں نے جب یہ مال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تو آپ نے سوال کیا کہ کیا پورے لشکر کو اس طرح قرض دیا تھا جس طرح تمہیں قرض دیا تو ان دونوں نے کہا کہ نہیں حضرت عمر نے فرمایا ہاں تم امیر المومنین کے بیٹے ہو تو تمہیں قرض دیا گیا مال اور نفع دونوں ادا کرو حضرت عبداللہ چپ رہے لیکن حضرت عبید اللہ نے فرمایا کہ امیر المومنین آپ کے لیے اس طرح کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ اگر مال کم ہو جاتا یا ضائع ہو جاتا تو ہم اس کے ضامن ہوتے اس پر حضرت عمر نے فرمایا ادا کرو حضرت عبداللہ اس وقت بھی چپ رہے لیکن حضرت عبید اللہ نے اپنی بات دہرائی حضرت عمر کے مصاحبین میں سے ایک نے کہا کہ اے امیر المومنین اگر آپ اسے مضاربہ بنالیں تو حضرت عمر نے فرمایا میں نے اسے مضاربہ بنالیا پھر حضرت عمر نے اصل مال اور آدھا نفع لے لیا اور آپ کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ نے مال کا آدھا نفع لے لیا۔

مذکورہ واقعہ سے اس بات کی دلیل ملتی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ اور جلیل القدر صحابی نے بیت المال کی رقم کو مضاربت پر دینے کا، جو کہ ایک خالص تجارتی سر گرمی ہے، کو جائز قرار دیا، اور بعد میں اس عمل کو بیت المال میں سے قرض لینے والے حضرات میں بھی نافذ فرمایا۔

عہد اموی اور عہد عباسی میں ادارہ وقف:

عہد اموی میں ادارہ وقف کا کردار خاصہ وسیع ہو چکا تھا اور اوقاف کے انتظام کے لیے الگ محکمہ اور اس کا نگران متعین کیا گیا تھا ولید بن عبدالملک نے 88 ہجری میں دمشق میں مریضوں کے لیے وقف پر مبنی پہلا ادارہ قائم کیا۔[12]

---

[10] امام مالک، المؤطا، باب القراض۔

[11] مالک بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى:179ھ)، موطأ مالك (تحقيق الأعظمي)، مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبي – الإمارات، الطبعة: الأولى، 1425 هـ - 2004 م، رقم الحديث: 2534 (4/ 992)۔ شوکانی، نیل الاوتار (226/5)۔ البیہقی، سنن الکبری (110/2)۔ امام مالک، المؤطا، (616-617)

[12] المقریزی، ابو العباس احمد بن علی، الخطط المقریزیہ، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاھرۃ، (405/2)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

لیکن اس دور کے مجموعی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ادارہ وقف کا دائرہ کار زیادہ تر فلاحی رفاہی اور سماجی خدمات پر مشتمل تھا، مالیاتی سرگرمیوں میں عمومی طور پر ابھی وقف داخل نہیں ہوا تھا۔

عہد بنو عباس میں وقف کا ادارہ محکمہ قضا سے الگ اور ایک مستقل وجود کا حامل ادارہ بن چکا تھا اور یہ معاشرے کی اجتماعی اور اقتصادی ضروریت کو پورا کرنے کا ذریعہ بن رہا تھا عہد اموی کی نسبت ہمیں عہد عباسی میں وقف کا ادارہ اپنے تنوع وسعت اور خدمات کے اعتبار سے انتہائی جامعیت کا حامل نظر آتا ہے اس کے ساتھ ساتھ جب دولت عباسیہ مزید پھیلی اور مختلف فتوحات کے سبب اس کے حجم میں اضافہ ہوا تو دیگر اداروں کے ساتھ ساتھ وقف کا ادارہ بھی مزید منظم اور مضبوط ہوا۔[13]

سلطنت عثمانیہ میں وقف کا معاشی کردار:

مندرجہ بالا سطور میں یہ بات تفصیل کے ساتھ گزر چکی کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں وقف کا ادارہ اس قدر منظم ہو چکا تھا کہ وہ معاشرے کی سماجی اور فلاحی ضروریات کے ساتھ ساتھ معاشی ضروریات کے لیے اپنا کردار ادا کر رہا تھا اسلامی دنیا میں خلافت عثمانیہ کا دور وہ سنہرا دور ہے جس میں اوقاف کے نظام کو ایک سماجی اور اقتصادی ادارے کے طور پر مضبوط اور مستحکم کیا گیا اور اس دور میں اوقاف کے انتظام وانصرام اور اس کے اہداف وخدمات میں متنوع اور متعدد نوعیت کی اصلاحات نافذ کی گئی مزید یہ کہ اس دور میں ادارہ وقف نے اپنے خیراتی مقاصد کے ساتھ ساتھ معاشرے کے فلاحی واقتصادی مقاصد اور ضرورتوں کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کیا وہ مقاصد تعلیم ،صحت، شعبہ مالیات ، کھیل، سرمایہ کاری تجارتی شراکت داری اور دیگر اہم سماجی اور معاشرتی ضروریات سے متعلق تھے اور کئی ضروریات کی تکمیل کے لیے مسلم امت میں پہلی بار وقف مالی یعنی فائنانشل وقف پر مبنی نظام کو انتہائی وسیع پیمانے پر رائج کیا گیا۔[14]

پندرہویں اور سولہویں صدی کے درمیان نقد وقف کے تصور کو عثمانی عدالتوں کی منظوری حاصل ہوئی اور یہ نظام اناطولیہ اور یورپی صوبوں میں انتہائی مقبول ہوا جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ وقف نے عثمانی معاشرتی ڈھانچے میں تعلیم وصحت اور دیگر فلاحی منصوبوں کے ساتھ ساتھ اقتصادی استحکام اور سرمایہ کاری کے ذریعے شہری معیشت میں بھی اہم کردار ادا کیا، لیکن دوسری طرف اس تصور کی انتہائی مقبولیت بالا خر ایک سخت رد عمل کا باعث بنی اور نقد وقف اور اس پر مبنی فائنانشل وقف کی قانونی اور فقہی حیثیت کے بارے میں ایک شدید اور طویل بحث شروع ہوئی مخالفین نے عموما فقہی بنیادوں پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور مجوزین نے ان فقہی تحفظات کے جوابات کے ساتھ ساتھ مقاصد وقف اور ان اوقاف سے فراہم ہونے والے بے پناہ فوائد پر اپنی توجہ مرکوز کی۔[15]

سلطنت عثمانیہ میں وقف کی خود مختاری کا احترام کیا جاتا تھا اور ریاست عموما ان کے کام میں مداخلت نہیں کرتی تھی۔ البتہ اس دوران عثمانی عدالتی نظام کے ذریعے وقف کا معائنہ کیا جاتا تھا تاکہ وقف کی کارکردگی کو بہتر بنایا جا سکے، سلطنت عثمانیہ میں 20 ہزار وقف تھے جو کہ کل معیشت کا ایک تہائی بنتے ہیں۔ فائنانشل وقف زیادہ تر قابل منتقلی وقف جسے نقد وقف بھی کہتے ہیں کے تعاون پر مبنی تھا گویا کہ فائنانشل وقف اور نقد وقف باہم لازم وملزوم تھے۔ مختلف ادوار کی تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ عثمانیوں نے نقد وقف کو اور پھر اس کے تحت فائنانشل وقف کو انتہائی مضبوط انداز میں قائم کیا اور اس کو مسلسل جاری رکھا فائنانشل وقف اسلامی فقہ اور عثمانی قوانین دونوں کے تحت کام کرتے تھے اور اس طرح کہ کیش وقف کی فنڈنگ کے طریقے کو بغیر سود کے ترتیب دیا گیا تھا۔ زیادہ تر ان معاشی اور اقتصادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فقہ اسلامی کے مستند طریقے مثلا مشارکہ ،مضاربہ، مرابحہ، اجارہ وغیرہ کا استعمال کیا گیا اور اس سلسلے میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ وقف کی معاشی سرگرمیوں کو واقف اور وقفیہ (Waqaf deed) کے مطابق سرانجام دیا جائے۔[16]

سلطنت عثمانیہ کے فائنانشل اوقاف میں ایک اہم حصہ شاہی اور سامراجی اوقاف کا تھا جن کے پاس وسیع مالی وسائل اور بڑے بجٹ کا انتظام تھا اسی لیے انہوں نے بڑے پیمانے پر تجارتی اور معاشی سرگرمیاں سرانجام دیں۔ بایزید ثانی کا وقف آخر میں اپنے ذخائر سے تقریبا 10 لاکھ اکہ اکٹھا کر رہا تھا سلیمانی اپنی معاشی سرگرمیوں سے تقریبا 50 لاکھ اکہ نکال رہے تھے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوامی پیمانے پر ہزاروں چھوٹے سائز کے اوقاف کی نسبت کم تعداد میں موجود شاہی اوقاف نے معاشرے کے

---

[13] المھیدب، اثر الوقف علی الدعوۃ الی اللہ، ص، ۔

[14] Mehmet Bulut, Civilization, Economy and Waqaf in Othman Europe, (ISSN,0127-9386)

[15] MONZE KAHF, The Role of Waqaf in improving the Ummah Welfare. (Online)

[16] Mehmet Bulut, Civilization, Economy and Waqaf in Othman Europe, (ISSN,0127-9386)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

اقتصادی اور معاشی نظام کو اپنی تجارتی اور مالیاتی سر گرمیوں سے مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔ اس نظام کے مزید اثرات یہ بھی سامنے ائے کہ معاشی سر گرمیوں کے نتیجے میں حاصل شدہ منافع سے انفرادی طور پر لوگوں کی معاشی حالت بھی مضبوط ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ وقف کے ادارے بھی مزید مضبوط ہوئے۔[17]

500 سال سے زائد عثمانی سلطنت میں رائج فقہی اور قانونی باریکیوں سے گزر کر نافذ العمل نظام اوقاف کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ادارہ اوقاف نے سلطنت عثمانیہ کی ترقی میں ایک کلیدی کردار ادا کیا تھا وقف خیراتی کے عوامی خدمات کے تصور کے ساتھ ساتھ جب وقف مالیاتی کو نافذ کیا گیا تو نہ صرف معاشرے کی فلاح و بہبود میں بہتری آئی بلکہ انفرادی کاروباری افراد، کاریگر، کسان، تاجر اور معاشرے کے دیگر افراد کو مضبوط کیا گیا ایک صحت مندانہ معاشی گردش فراہم کی گئی اضافی امدنی وقف کے مقاصد کے مطابق خرچ کی گئی تاکہ غیر منصفانہ تقسیم سے بچا جا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی اور غیر سودی بنیادوں پر معاشی سر گرمی کرنے والے افراد کو مالی اعانت فراہم کی گئی اس دوران عثمانی قانون کے نظام میں بھی محکمہ اوقاف کے اعتبار سے لچک دکھائی گئی اور رئیل اسٹیٹ کے برعکس فائنانشل وقف سے آمدنی حاصل کرنے کے طریقہ کار کو اسان قرار دیا گیا اس لیے کہ اس میں لین دین اور اس سے متعلقہ دیگر اخراجات کم تھے اور منافع زیادہ تھا ان تمام معاشی اور مالیاتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ معاشرے کی فلاحی اور خیراتی خدمات فائنانشل وقف کی بنیادی ترجیحات میں شامل تھیں اس طرح نظام وقف نے عثمانیوں کو ایک متوازن معتدل اور ایک فلاحی معاشرے کے قیام میں مدد دی اور دنیا کی طویل ترین سلطنتوں میں سے ایک کو برقرار رکھنے اور اسے استحکام دینے میں اپنا کردار ادا کیا۔

وقف مالی یعنی فائنانشل وقف کا فقہی پہلو:

درج بالا سطور میں عہد رسالت سے لے کر سلطنت عثمانیہ تک ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا جس سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ وقف کے ادارے اور نظام میں اتنی وسعت اور جامعیت ہے کہ یہ معاشرے کے فلاحی ، خیراتی اور رفاہی مقاصد کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کی معاشی اور اقتصادی ضروریات کی تکمیل میں ایک اہم معاون اور مددگار ثابت ہوتا ہے اس پس منظر میں ہم مختصراً فائنانشل وقف کے فقہی پہلو کا جائزہ لیتے ہیں کہ خصوصاً قدیم فقہائے کرام وقف کی مالیاتی حیثیت کے بارے میں کیا آراء رکھتے ہیں ۔

وقف کو اجارہ پر دینے کا ذکر تو تقریباً تمام فقہائے کرام کے نزدیک ملتا ہے کیونکہ اس سے وقف کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے نیز اجارہ کے ساتھ ساتھ وقف کو مزارعت پر دینے کا ذکر ان شرائط کے ساتھ ملتا ہے کہ اس میں وقف کا نقصان نہ ہو اور مقاصد واقف فوت نہ ہو یہ دونوں صورتیں ایسی ہیں جن میں بنیادی طور پر وقف کی آمدنی کا ذکر ہے علیحدہ سے وقف کی معاشی سر گرمی کا ذکر نہیں ملتا۔ لیکن فقہائے کرام کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وقف نقدی کی شکل میں ہو یا وقف کی ملکیت میں نقدی ہو تو انہیں مضاربت یا شرکت میں لگا کر ان سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے۔[18] جیسا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ بیت المال سے اس کا استدلال کیا جا سکتا ہے البتہ اس صورتحال میں اس بات کا خیال ضروری ہوگا کہ اس رقم کو ایسے کاروبار میں لگایا جائے جہاں فائدے کا امکان غالب ہو اور تحریری دستاویزات اور کفالت وغیرہ سمیت ایسی تدبیروں کو اختیار کیا جانا چاہیے جس کے نتیجے میں مال کے خرد برد ہونے کا امکان کم سے کم ہو صاحب رد المختار لکھتے ہیں۔

وَعَنْ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ زُفَرَ فِيمَنْ وَقَفَ الدَّرَاهِمَ، أَوْ مَا يُكَالُ أَوْ مَا يُوزَنُ أَيَجُوزُ ذَلِكَ قَالَ: نَعَمْ قِيلَ وَكَيْفَ قَالَ يَدْفَعُ الدَّرَاهِمَ مُضَارَبَةً، ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا فِي الْوَجْهِ الَّذِي وَقَفَ عَلَيْهِ۔[19]

انصاری جو امام زفرؒ کے اصحاب میں سے تھے ان سے وقف کی اس صورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کوئی شخص دراہم یا مکیلی یا موزونی چیز وقف کر دے تو یہ جائز ہے انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے سوال کیا گیا کہ وقف کیا کیا جائے گا؟ فرمایا کہ دراہم کو مضاربت پر دیا جائے گا جو نفع حاصل ہو گا وہ اس مصرف پر خرچ کیا جائے گا جس کے لیے یہ وقف کیا گیا ہے۔

عصر حاضر کے فقہاء کرام نے وقف کی امدنی کے لیے جدید ذرائع اجارہ استصناع کی صورتیں بھی ذکر کی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وقف کی معاشی سر گرمیوں کے لیے شرکت ملک کی بنیاد پر صکوک جاری کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔[20]

---

[17] Maras Waqf in Othman Empire. Http://dergipark.org.tr/muftad.

[18] اعظمی، خلیل احمد، اسلام کا نظام اوقاف، لاہور، ادارہ اسلامیات، 288۔

[19] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي، رد المحتار على الدر المختار، دار الفكر-بيروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ - 1992م، 364/4۔

[20] اعظمی، خلیل احمد، اسلام کا نظام اوقاف، لاہور، ادارہ اسلامیات، 310۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

وقف کی زائد از ضرورت آمدنی کی سرمایہ کاری:

وقف سے حاصل شدہ آمدنی جو ضروریات سے زائد ہو اسے اسلام کے اصول تجارت کے مطابق کسی بھی نفع بخش کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کیا جاسکتا ہے مثلا عصر حاضر میں غیر سودی بنک اپنے پاس بچتیں رکھنے والے افراد کا سرمایہ تجارت میں لگا کر انہیں کو نفع دیتے ہیں تو وقف کی زائد آمدنی کو کسی غیر سودی بنک کے ذریعے کسی بھی جائز کاروبار میں لگا کر نفع حاصل کیا جاسکتا ہے اسی طرح نفع کے حصول کے لئے اسلامی میوچل فنڈز میں وقف کی زائد رقوم کو جمع کروا کر ان سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے، یا مضاربہ کمپنیز وغیرہ کے ذریعے نفع کا حصول بھی ممکن ہے بشرطیکہ ان کی شرعی نگرانی کا باقاعدہ نظام موجود ہو،اسی طرح وقف کی زائد آمدنی والی رقوم سے ایسے صکوک بھی خریدے جاسکتے ہیں جن کے اجراء میں شرعی اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہو، یا اسٹاک مارکیٹ میں شرعی حدود و قیود کا خیال رکھتے ہوئے وقف کی اضافی آمدن سے شئیرز اور حصص بھی خریدے جاسکتے ہیں لیکن چونکہ اسٹاک مارکیٹ میں عالمی اور ملکی حالات اور سیاسی صورتحال بلکہ ملک میں ہونے والی تمام اہم معاملات و واقعات اسٹاک مارکیٹ کو متاثر کرتے رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے بکثرت اس مارکیٹ میں اتار چڑھاؤ رہتا ہے جس کے پیش نظر نقصان کا امکان زیادہ ہوتا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ اسٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری (Investment) سے احتراز کیا جائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہائے کرام نے وقف کی زائد آمدنی کو کاروبار میں لگانے کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ اس کاروبار میں نفع کے حصول کا امکان زیادہ ہو اور نقصان کے امکانات کم سے کم ہو تو اسٹاک مارکیٹ میں نقصان کا امکان زیادہ ہو سکتا ہے اس لیے وقف کے اموال اس میں نہ لگائے جائیں تو زیادہ مناسب ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وقف کی آمدنی میں اضافے کے پیش نظر وقف کے نگران اور متولی کے لئے بہتر ہے کہ نفع کے حصول کے عصر حاضر میں مروج تمام جائز طریقوں کو اختیار کرے اور ان میں سے جو صورت وقف کے لئے زیادہ موزوں ہو وہ اس کو اختیار کر سکتا ہے تاکہ وقف پائیدار اور مستحکم ہو اور مقاصد وقف کا زیادہ سے زیادہ حصول عمدہ انداز میں ممکن ہو سکے۔[21]

جدید مالیاتی و فلاحی اداروں میں رائج وقف ماڈل:

عصر حاضر میں انشورنس کے متبادل کے لیے تکافل رائج کیا گیا ہے جس کے کی بنیادوں میں ایک اہم بنیاد جو کہ متعدد پاکستان سمیت متعدد ممالک میں رائج ہے وقف ماڈل اسی طریقے سے ہسپتالوں اور فلاحی اداروں کے لیے جو شریعہ کمپلائنس نظام پیش کیا گیا ہے وہ زکوۃ کے وکالہ ماڈل کے ساتھ ساتھ وقف کا نظام بھی ہے اور ان دونوں میدانوں میں وقف کی معاشی اور تجارتی سرگرمی کو بڑھایا گیا ہے ہماری مذکورہ تحریر وقف کے فائنانشل پہلو پر بحث کرتی ہے جس سے ان سرگرمیوں کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ عصری اداروں کے نظام کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ان اداروں میں نقد رقم کو وقف کیا جاتا ہے جسے سیڈ منی (Ceed Money) کہا جاتا ہے اور اصلا یہی وقف ہوتی ہے اور پھر اس سے آگے ایک وقف پول جو کہ مملوک وقف ہوتا ہے وہ قائم کیا جاتا ہے اور تمام معاشی اور تجارتی سرگرمیاں مملوک وقف یعنی وقف پول سے سرانجام دی جاتی ہیں۔[22] اور مملوک وقف کے بارے میں جمہور فقہاء کرام کا موقف یہی ہے کہ وقف اور مملوک وقف دونوں کے احکامات میں نمایاں فرق ہے وقف کو بیچا اور خریدا نہیں جاسکتا جبکہ مملوک وقف کی خرید و فروخت مصلحت وقف کے مد نظر جائز اور درست ہے،اس کے علاوہ کسی چیز کے وقف ہونے کی جو متعدد شرائط ہیں وہ وقف کی ملکیت شدہ چیز میں نہیں پائی جاتی علامہ قاضی خان رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اذا اشترى من غلة المسجد حانوتاً او دار او مستغلا اخر جاز لان هذا من مصالح المسجد فاذا اراد المتولی ان يبيع ما اشترى وباع اختلفوا فيه قال بعضهم لا يجوز هذا البيع لان هذا صار من أوقاف المسجد وقال بعضهم يجوز هذا البيع وهو الصحيح لان المتولی المشترى لم يذكر شيئا من شرائط الوقف فلايكون ما اشترى من جملة اوقاف المسجد"[23]

"متولی نے اگر مسجد کی امدنی سے کوئی دکان یا گھر یا کوئی جگہ امدنی کے لیے خریدی تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ مسجد کے مصالح میں سے ہے اگر متولی اس خریدے گئے گھر وغیرہ کو بیچنا چاہے تو اس میں اختلاف ہے بعض میں بعض نے فرمایا کہ جائز ہے یہی صحیح ہے کیونکہ خریدتے وقت وقف کی شرائط میں سے کوئی شرط ذکر نہیں کی گئی لہذا جو چیز خریدی گئی ہے وہ مسجد کے اوقاف میں داخل نہیں ہے"۔

خلاصہ کلام:

---

[21] ماخوز از اسلام کا نظام اوقاف از خلیل احمد اعظمی، لاہور، ادارہ اسلامیات، 316۔

[22] Takaful Rules 2012.SECP.gov.pk.

[23] الاوزجندی، فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی (المتوفی 295ھ) الفتاوی الخانیۃ بھامش الھندیۃ، کوئٹہ، مکتبہ ماجدیہ، طبع 1402ھ، 297/3۔

پیش کردہ تاریخی پس منظر اور فقہی روایات کی روشنی میں یہ بات سامنے اتی ہے کہ اگرچہ وقف اسلامی بنیادی طور پر خیراتی اور فلاحی مقاصد کے لیے متعارف کرایا گیا، مگر جناب رسالتمآب ﷺ کی اصولی ہدایت، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ کار اور اسلامی تاریخی اور فقہی روایات وقف کی تجارتی اور معاشی سرگرمیوں پر پابندی نہیں لگاتے جبکہ اس سے شرائط واقف اور مقاصد وقف متاثر نہ ہوتے ہوں لہذا عصر حاضر میں جدید مالیاتی اداروں میں نقد رقم کے وقف کرنے کی بنیاد پر مالیاتی وقف کا جو تصور اجاگر ہوا ہے اگر اسے وقف کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس صورت میں بھی فقہ اسلامی اور روایات کے مطابق اس کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اب تک کے نافذ العمل فائنانشل وقف کے عملی طریقہ کار کو دیکھا جائے جس میں تمام معاملات یعنی تجارتی اور اقتصادی سرگرمیاں مملوک وقف یعنی وقف پول کے تحت سرانجام دی جاتی ہیں تو ایسی صورت پر مشتمل طریقہ کار زیادہ بہتر اور فقہی اشکالات سے نسبتا محفوظ ہے۔